مسلمانوں کی حقیقی اکثریت: واقعہ کربلا کا ایک خاص پہلو

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

مسلمانوں کی حقیقی اکثریت:

اسلام کی ترقی کا انتہائی نقطہ، واقعہ کربلا کا ایک خاص پہلو

عام طور پر اسلامی ترقی کا جو معیار سمجھا گیا ہے اس کی بنیاد پر اسلام کا عہد زرّیں مختلف اوقات میں سمجھا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے اس وقت کو اسلام کا نمایاں زمانہ سمجھا جائے جب روم اور فارس کی عظیم الشّان سلطنتوں کو اسلام نے فتح کیا۔ ممکن ہے وہ دور قرار دیا جائے جب دنیا کا خراج سمٹ سمٹ کر اسلامی بیت المال میں آتا تھا اور سلطنت کے حدود اتنے وسیع ہو گئے تھے کہ سامنے نظر آنے والا ابر بادشاہ اسلام کی زبان سے مطمئن دل کے ساتھ یہ الفاظ کہلواتا تھا کہ جہاں تجھے جانا ہو جا اور برس، تیرے محاصل کا خراج بہر حال میرے ہی خزانے میں آئے گا۔ ممکن ہے وہ دور مسلمانوں کی مردم شماری کا انتہائی مکمل نمونہ قرار دیا جائے جب دنیا میں اسلام کے سوا کسی دوسرے مذہب کا نام لینے والا ڈرتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ مجھے جزیہ دینے کی مصیبت میں گرفتار نہ ہونا پڑے۔ لیکن کیا حقیقۃً یہ نام کی مردم شماری سچے مسلمانوں کی تھی؟ کیا جتنی تعداد سرکاری دفتروں میں اسلامی افراد کی لکھی جاتی تھی، وہ حقیقی اسلام کے نقطۂ نظر سے بھی اسلام کی واقعی تعداد تھی؟

جہاں تک اسلامی روح اور اس کے حقیقی جوہر کا تعلق ہے، میں بلا خوف انکار یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان اسلامی ترقیوں کے بہت سے دور وہ ہیں جو اس کی پستی قرار دیئے جانے کے مستحق ہیں۔

اس کے برخلاف اگر اسلام کی انتہائی بیکسی، بے بسی اور تنزل کی مثال دنیا سے پوچھی جائے گی تو وہ بہت جلد واقعہ کربلا کا نام لے دے گی۔ وہ یہ کہے گی کہ اس سے بڑھ کر اسلام کی پستی اور کس مپرسی کا کوئی اور دور نہیں ہے اور بے شک اس حیثیت سے یہ صحیح بھی ہے کہ خود فرزند رسولؐ اسلام کا نام لینے والوں کے ہاتھ سے قتل ہوا، مگر میں جب ایک دوسرے نقطۂ نظر سے دیکھتا ہوں تو مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی حقیقی مردم شماری اور اس کی اکثریت کا مظاہرہ اگر کبھی ہوا ہے تو وہ صرف واقعۂ کربلا میں، نہ اس کے پہلے کبھی اور نہ اس کے بعد۔

یہ ایک عجیب بات معلوم ہوگی لیکن تھوڑے سے صبر و تحمل کے بعد متحیر دماغ میرے ساتھ متفق نظر آئیں گے۔

اسلام کی تعلیم خدا پر سچّا اعتماد، حق کا پورا یقین اور راہ حقیقت پر کامل ثبات و استقلال، مجھے اس اعتبار سے اسلام کی مردم شماری کا جائزہ لینا ہے۔

مجھے سب سے پہلے رسولؐ کا دور نظر آتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ حضرتؐ کے زمانہ میں ہی مسلمانوں کی مردم شماری ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ صحیح بھی ہو اس طرح کہ حج آخر میں حضرتؐ کے ساتھ مناسک عبادت ادا کرنے والے قریب قریب اتنے ہی تھے، مگر مجھے جس طرح کے اسلام کی تلاش ہے میں صاف کہوں گا کہ رسولؐ کے زمانہ میں اس کی تعداد بہت کم تھی۔ مجھے مناظرانہ اختلافی مسائل کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے، مگر تاریخ کی مسلمہ روایت ہے کہ رسولؐ پر جنگ احد میں وقت پڑا، تو ان کے ساتھ دینے والے اتنے بھی نہ تھے جن کے شمار کرنے کے لیے دو ہاتھ کی انگلیوں کی ضرورت ہو۔ ممکن ہے کہا جائے کہ یہ رسولؐ کے ابتدائی غزوات کا زمانہ تھا مگر افسوس ہے کہ حنین نے جو رسولؐ کے آخری زمانہ میں ہوئی ہے، یہ پردہ باقی

رہنے نہیں دیا۔ اس میں بھی تاریخ گواہ ہے کہ سات آدمی سے زیادہ باقی نہیں رہے تھے۔ اس کے بعد رسولؐ دنیا سے اٹھ گئے اور ''خلفائے راشدین'' کے زمانہ میں افراد اسلام میں بڑی وسعت پیدا ہوئی لیکن کیا مسلمانوں کی وہ مردم شماری جو احد اور حنین میں ظاہر ہوئی تھی اس میں واقعی ترقی ہوئی جانے دیجئے شیعوں کے نقطۂ نظر کو کہ وہ اس دور میں اسلام حقیقی کو بہت کم افراد میں محدود سمجھ لیے ہیں، لیکن آپ اس اسلام کے نقطۂ نظر سے دیکھئے جو دنیا میں فتوحات کر رہا تھا، کیا اسلامی روح مسلمانوں کی اکثریت میں پیدا ہوئی ہے؟ خلیفۂ اسلام تمام ممالک اسلام کا شہنشاہ محاصرہ میں ہے، پردیس نہیں ہے، پایۂ تخت ہے، خزانہ اور خدم حشم سب موجود ہے اور حملہ آور پردیسی دور کے لوگ ہیں، مگر خلیفہ کا ساتھ دینے والے اس اسلامی اکثریت میں سے جو اس خلیفہ کو برحق پیشوائے اسلام جانتے ہیں، کتنے آدمی ہیں؟ پردیسی دشمن اپنے ارادوں میں کامیاب ہوتے ہیں، خلیفہ کو قتل کر ڈالتے ہیں، لاش کو مسلمانوں کے قبرستان میں تین دن کے بعد بھی دفن نہیں ہونے دیتے لیکن ان مسلمانوں کے خون میں کوئی حرارت پیدا نہیں ہوتی اور سرزمین مدینہ میں کوئی بے چینی نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد علی بن ابی طالبؑ کی خلافت کے دور میں مختلف اس طرح کی مثالیں پیش آئیں جہاں آپ کے ساتھ والے مسلمان جو درحقیقت وہی تھے جو مسلمانوں کے سواد اعظم کے نقطۂ نظر سے آپ کو بحیثیت خلیفہ چہارم کے ایک دینی بادشاہ مان رہے تھے، وہی لوگ بات بات پر آپ کی مخالفت کرتے تھے اور ''نہج البلاغہ'' کے صفحات ان شکایتوں سے لبریز ہیں جو آپ کی زبان سے ان مسلمانوں کے افعال پر کی گئی ہیں۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کے بعد کون سا دور اسلام کا تاریخ پیش کر سکتی ہے جس میں مسلمانوں کی حقیقی تعداد کا مجھے اندازہ ہو سکے؟ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ کربلا کا واقعہ ایک وہ یگانہ مثال ہے جس میں اسلام کی حقیقی روح اور پر ثبات مسلمانوں کی واقعی تعداد کا اعلیٰ نقطہ سمجھا جا سکتا ہے۔

وہ حسینؑ کے ساتھی تھے جو مشہور روایت کی بنا پر بہتر (۷۲) سہی، لیکن تاریخی تحقیقات پر سو (۱۰۰) سے کچھ زیادہ تھے۔ میں سچ کہتا ہوں یہ مردم شماری وہ تھی جو رسولؐ کے زمانہ میں ۸-۷ سے نہ بڑھی۔ اس کے بعد کسی دور میں اتنی تعداد میں اتنی خالص عملی کامیابی کے ساتھ دنیا میں پیش نہیں ہوئی جس طرح حسینی معرکہ میں دنیا کے سامنے آ گئی۔

حسینؑ نے تمام مذاہب عالم کے سامنے حقیقی مسلمانوں کا ایک نمونہ اجتماعی شکل سے پیش کر دیا ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ کوئی مذہب اتنی خالص تعداد بوقت واحد اپنے پیروؤں کی پیش نہیں کر سکتا جنھوں نے اتنی سختیوں کے باوجود ایک مسلک پر قائم رہ کر اپنی زندگی کو ظاہری طور پر فنا کر دیا ہو۔

حسینؑ دنیا میں سب سے پہلی بار اور بالکل آخری مرتبہ سچے مسلمانوں کی ایک متحد جماعت کی مثال پیش کرنا چاہتے تھے اور اس کے لیے آپ کے انتخاب کی اگر دنیا تعریف نہ کرے تو ظلم ہے۔ بہت سے ساتھ تھے مگر آپ نے کوشش کر کے مجمع کو متفرق کیا، اسی لئے کہ خالص حق میں کمزوری کا شائبہ نہ رہ جائے۔ وہ اپنے ساتھ والے مجمع کو ایک خالص اسلامی جماعت کی مثال کے طور پر پیش کرنا چاہتے تھے۔ اگر ان میں سے کسی ایک فرد کی طرف سے بھی یہی کمزوری ہو جاتی تو پورے مجمع کی وہ کامل شان باقی نہیں رہ سکتی تھی۔

میں سچ کہتا ہوں کہ مباہلہ میں رسولؐ کو خالص افراد اتنے ہی ملے تھے جو بالکل اپنے تھے، ورنہ وہ اوروں کو بھی اپنے ساتھ ضرور لاتے۔ حسینؑ اگر کربلا میں صرف اپنی جان اسلام کی خاطر نثار کر دیتے تو مسلمانوں کے لیے صحیح نمونہ عمل پورے طور پر نہ ملتا اس لیے کہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ وہ معصوم تھے، غیر معصوم اتنا سخت امتحان نہیں دے سکتا۔ حسینؑ اپنے ساتھ اگر صرف بنی ہاشم کو لائے ہوتے تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ وہ ہاشمی خون کا اثر تھا، وہ شیر فاطمہؑ کی طاقت تھی جو بنی ہاشم یا اولاد علیؑ و فاطمہؑ سے مخصوص تھی،

(بقیہ۔۔۔۔۔صفحہ ۱۲/ پر)

موت سے ہمکنار ہوئے۔ نیزوں نے اُن کے جسم ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور سب نیزے کھا کر زمین پر گر چکے۔

''کیا یہ صحیح ہے کہ عباسؑ کے ہاتھ بھی قطع ہو گئے تھے جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے۔''

(۱۸ر جون ۱۹۵۵ء/ ۱۶ر شوال ۱۳۰۴ھ)

بقیہ۔۔۔۔مولانا سید اولاد حسین شاعرؔ لکھنوی

ایک تربت بنی پھر خاکِ شفا سے سرِ دست
زندگی بھر رہا تیمور مئے عشق سے مست
اپنے ہی دعوے سے ہوتی ہے مورّخ کو شکست
کون اس کو کہے ظالم جو ہو مظلوم پرست
چتر کے سائے تھا، تلواروں کے یا سائے تھے
اس طرح ٹھاٹھ سے دلّی میں حسینؑ آئے تھے

چاند بی بی کا جو حال نظم کیا ہے وہ بھی لاجواب ہے۔ میدانِ جنگ میں گھوڑے پہ بیٹھی ہے اور سیاہ نقاب چہرے پر پڑی ہے، شمسی بھائی یہ بند لاجواب پڑھت میں ادا کرتے تھے۔

چاند بی بی قمر برجِ شرف مہر وقار
مَلکی دل، فلکی عزم، ہلالی تلوار
قلعۂ آگرہ تک آتی تھی جس کی جھنکار
قلعہ ٹوٹا نہ مگر ٹوٹ سکا دل کا حصار
کیوں جُھکے فرق کہ باخطِ جلی لکھا ہے
رہو حد پر کہ سرِ خود علیؑ لکھا ہے

(تیسرا مرثیہ) عنوان: **''مزدور اور اسلام''**

فاقہ کش بھی تھے نبیؐ فاتح و منصور بھی تھے
عزّتِ خاک بھی تھے مطلع والنور بھی تھے
ان کے گھر دولتِ کونین سے معمور بھی تھے
حق کے محبوب بھی تھے خلق کے مزدور بھی تھے
ہو اشارہ تو قمر شق ہو رسالت ایسی
سنگ خندق سے اٹھائے ہیں مشقّت ایسی

اس مرثیہ میں ۱۷۰ بند ہیں اور اس میں جنگ خندق نظم کی ہے اور آخر میں حضرت علیؑ کی شہادت کا بیان ہے۔ ✿✿✿

بقیہ۔۔۔۔مرثیہ مولانا سید صادق حسین عقیلؔ

(۱۳۱)

باتیں ابھی تو کرتے تھے ہے ہے یہ کیا ہوا
اُنگلی اٹھا کے جانب قبلہ یہ کیا پڑھا
ٹپکا پسینہ ماتھے سے تن سرد ہوگیا
کیا جلد میرے احمدؑ ثانی نے کی قضا
آنکھیں بھی بند ہوگئیں منکا بھی ڈھل گیا
میں دیکھتی ہی رہ گئی اور دم نکل گیا

(۱۳۲)

خاموش اے عقیلؔ کہ ٹکڑے ہوا جگر
اب کر یہ رو کے عرض کہ اے شاہؑ بحر و بر
روشن ہے اس غلام کا احوال آپ پر
جاؤں کہاں میں دامن دولت کو چھوڑ کر
مقبول اِس غلام کی یہ التجا کرو
آباد لکھنؤ کو برائے خدا کرو

نوٹ: اس مرثیے کا شروع کا ایک صفحہ غائب ہے جس کی وجہ سے چار بند نہیں مل سکے۔ بیچ کا ایک سو پچیسواں (۱۲۵) بند بھی سمجھ میں نہیں آیا۔

بقیہ۔۔۔۔مسلمانوں کی حقیقی اکثریت۔۔۔

دوسرے کے بس کی یہ بات نہیں ہے۔ لیکن حسینؑ نے اپنے ساتھ غیر خاندان کی تمام جماعتوں کے بہت سے اصحاب انصار و اعوان کو مثال میں پیش کیا جن کے خیالات و احساسات و جذبات میں حد مشترک سوائے نصرت اسلام کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ حقیقۃً اتنے ہم آہنگ، ہم دل، ہم زبان، ثابت قدم، مستقل پختہ مسلمان دنیا کے سامنے بطور نمونۂ عمل کے نہ واقعہ کربلا کے پہلے کبھی پیش ہوئے نہ واقعہ کربلا کے بعد اور یہ واقعہ کربلا کا وہ پہلو ہے جس کی بنا پر مسلمانوں کو ہمیشہ اس کی یاد تازہ رکھنا چاہئے۔

نوٹ: یہ مضمون امامیہ مشن، لکھنؤ کے محرم ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں، پھر جنوری ۱۹۹۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ (دیکھئے امامیہ مشن سلسلہ اشاعت نمبر ۲۷۳)